قرآنیاتِ سیرت میں مولانا عبدالشکور لکھنوی ؒ کی کتاب "مختصر سیرتِ نبوی ﷺ" کا تحقیقی جائزہ

Research Review of Mūlāna Abdul Shakūr Laknavī's Book Titled "Mukhtasar Seerat-e-Nabavī"

مقالہ نگار: **محمد توصیت اختر**
ایم فل ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب، یونیورسٹی آف ہری پور
Htouseef01@gmail.com

معاون مقالہ نگار: **ڈاکٹر محمد اکرام اللہ**
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب، یونیورسٹی آف ہری پور

ڈاکٹر محمد حیات خان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب، یونیورسٹی آف ہری پور

Abstract

The paper aims to analyze the book titled "Mukhtasar Seerat-e-Nabvī" by Mūlāna Abdul Shakūr Lakhnavī. The author has divided the biography of the Prophet into four main headings, i.e; the Arabian age of ignorance and its revelation, condition before prophecy, reasons for prophet hood and condition after prophecy. The author provides 4 Qur'ānic Verses for each topic to prove them. The book consists of a case, four chapters, conclusion and list of verses. The principle adopted by the author in his biography is the biography of the Qur'ān. This claim to prove that the Qur'ān is the first source in the Seera and the part of the Seera that is to be believed is in the Holy Qur'ān, there is no need to go anywhere else in this regard. He has narrated Qur'ānic Seera from 203 verses. Mūlāna Abdul Shakūr Lakhnavī has narrated the Qur'ānic biography in a new style with 203 verses and this is undoubtedly the first book in Urdu.

Keywords: Mūlāna Abdul Shakūr Lakhnavī, Qur'ānic Seera, biography of the Qur'ān.

تمہید:

قرآنیات سیرت کو سیرت نگاری میں ایک اہم اور بلند مقام حاصل ہے اسی ضمن میں مولانا عبدالشکور لکھنوی ؒ کی کتاب "**مختصر سیرت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام**، سیرۃ الحبیب الشفیع من الکتاب العزیزالرفیع"کا بڑا نام ہے۔

مؤلف کا تعارف

آپ کا نام عبدالشکور تھا اور والد کا نام حافظ ناظر علی تھا، خاندانی اعتبار سے فاروقی تھے اور اکیس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظمؓ سے جاملتا ہے۔ لکھنؤ سے ۱۱ کلو میٹر اودھ کے تاریخی قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں ۱۸۷۴ء بمطابق

۲۳ذی الحجہ کو پیدا ہوئے۔ بسم اللہ والد نے اپنے پیرو مرشد شاہ عبدالسلام سے کروائی تعلیم ضلع فتح پور میں قاعدے اور پھر تیسویں پارے سے ہوئی اس کے بعد فارسی کی کچھ ابتدائی کتب پڑھیں،اس وقت کے رواج کے مطابق علم طب کی بنیادی کتب پڑھیں۔آپ تقریباً۷ سال تک مولانا عین القضاۃ کی خدمت میں حاضر رہے اور 1899ء کو درس نظامی مکمل کیا، آپ بچپن میں حافظ قرآن نہ تھے۔فروری 1939ء تحریک مدح صحابہ کے دوران جیل میں آپ نے قرآن حفظ کر لیا تھا۔ تدریس کا آغاز ندوۃ العلماء لکھنؤ سے 1927 کو کیا تھا۔ایک سال کے بعد آپ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے وابستہ ہو گئے اور سامنے والی مسجد میں استاذ کے مشورہ سے درس شروع کر دیا جسے لوگوں نے بہت پسند کیا،آپ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تھا۔اور پھر عمر بھر اسی سے منسلک رہے [1]۔

ماہنامہ علم الفقہ اور رسالہ النجم کا اجراء:

۱۸۹۹ء کو آپ نے اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد درس وتدریس کے ساتھ ساتھ علم الفقہ کے نام سے لکھنؤ سے ایک رسالہ جاری کیا جس کی متواتر چھ سال تک اشاعت ہوتی رہی،۱۹۰۴ء سے آپ نے النجم کے نام سے ہفت روزہ رسالہ کا اجراء لکھنؤ سے کیا،اس رسالے نے اس وقت کے لحاظ سے مسلمانوں کے عقائد پر جو حملے ہو رہے تھے ان کا بھرپور انداز میں دفاع کیا تھا[2]۔ان حالات کو دیکھتے ہوئے آپ کو مولانا عین القضاۃ نے کو دہلی بلایا تو اس وقت کے کچھ ہم عصر علماء نے کہا ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں تو اس وقت مولانا عین القضاۃ نے تاریخی جملہ فرمایا: اس معاملے میں وہ ہمارے امام ہیں۔اس کے بعد آپ کے نام کے ساتھ امام اہلسنت لکھا اور کہا جانے لگا۔ ہندستان میں اہلسنت علماء کی کانفرنس بلائی گئی بڑے بڑے علماء شریک ہوئے،مولانا قاری طیب صاحب (مہتمم دارلعلوم دیوبند) نے تحریری بیان کے ذریعے تحریک مدح صحابہ کی تائید فرمائی[3]۔

تصنیفات وتالیفات:

(۱)ترجمہ القرآن(۲)سلک المرجان فی مصادرالقرآن(۳)تفسیر آیات قرآنیہ(۴)مختصر سیرت قدسیہ (۵) فقہ وعقاعد (۶)فضائل ومناقب اورسیر وسوانح (۷)تردید شیعیت(۸)مخالفین اہلسنت کے دوسومسائل(۹)ردقادنیت وبدعت (10)مکتوبات امام اہلسنت (11)مناقب سیدنا امیر معاویہؓ(12)تاریخ مذہب شیعہ(13)بطلان مذہب شیعہ(14)تحفہ خلافت باہتمام تحریک خدام اہلسنت (15)سیرت خلفاء راشدین(16)اسلام میرامذہب(17)ابوالائمہ کی تعلیم(18)سیرت کے نقوش (19)بنیادی اسلامی عقائد(20)اسدالغابۃ فی معرفۃ الصابہ،اردوترجمہ(21)تاریخی مضامین۔

وفات

آپ ۸۹ سال کی عمر میں ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء کو بعد نماز مغرب وفات پاگئے،آپ کے بڑے صاحب زادے مولانا عبدالسلام

نے نماز جنازہ پڑھائی[4]۔

مقدمہ کتاب

مقدمہ کو مؤلف نے چار مسئلوں کی صورت میں بیان کیا ہے۔(۱) لفظ سیرت کے معنی ،استعمال ،قرآن میں لفظ سیرت، سیرت سے مراد، لفظ سیرت کا مغازی پر اطلاق (۲) انبیاء اپنے زمانے کے امام تھے، امام کی معرفت فرض ہے (۳) قرآن کو دیکھ کر بے تامل حضور ﷺ کی کامل سیرت کی شہادت (۴) حفاظت قرآن اللہ کی ذمہ داری ہے۔

پہلا مسئلہ: سیرت کا معنی، اطلاق

مؤلف نے لفظ سیرت کی لغوی تحقیق کی ہے اور سیرۃ کے مختلف اوزان بیان کئے ہیں پھر اُس کے مآخذ بیان کیے ہیں۔ پھر اِس پر مقدمے میں پانچ قرآنی آیات بطور ثبوت لا کر لفظ اور اُس کے مشتقات کا استعمال بتلایا ہے تاکہ تعین معنی اور مآخذ و مادہ اپنے محمل میں درست استعمال ہونے کے ساتھ قطعی ثبوت ٹھہرائے جائیں۔ اِس کے بعد قاعدہ لغویہ ذکر کیا ہے جس میں مصدری وزن کا معنی بتلایا ہے۔ بعد ازیں لفظ کا اطلاق متعین کیا ہے کہ جب یہ لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے آپ ﷺ کی سیرت یعنی احوال، افعال اور اقوال مراد ہوتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ: نبی ﷺ کی حیثیت کا تعین

اس مسئلہ میں مؤلف نے بتایا ہے کہ ہر نبی اپنے زمانے کا امام ہوتا ہے چنانچہ لوگوں پر اپنے امام کی معرفت فرض ہوتی ہے۔ ایمان اور اتباع چونکہ سیرت کی معرفت پر مبنی ہیں اس لئے مؤلف نے چھ آیات مبارکہ کو پیش کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی معرفت کو اللہ نے آسان بنایا ہے اس پر مؤلف نے دو آیات بطورِ دلیل ذکر فرمائی ہیں۔

تیسرا مسئلہ: کامل سیرت

مؤلف نے موضوع سے متعلق ایک دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی کامل سیرت جس پر آپ ﷺ کی نبوت کا یقین حاصل کرنا آپ ﷺ کی اتباع پر موقوف ہے۔ اس دعویٰ یا اصول پر بطور شہادت مؤلف نے پانچ آیات پیش کئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کی سیرت دریافت کی گئی تو آپؓ نے فرمایا، آپ ﷺ کی سیرت قرآن کریم ہے[5]۔ اللہ تعالیٰ نے سیرت محمد ﷺ کو یہود و نصاریٰ پر حجت قرار دیا ہے اِس ضمن میں بطور شہادت تین آیات پیش کئے ہیں۔

چوتھا مسئلہ: حفاظت قرآن

قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ اس ضمن میں، الفاظ، معانی، درس و تدریس، جمع قرآن، تدوین، فن تفسیر، توضیح القرآن یہ سارے آجاتے ہیں۔ عربی زبان اور احادیث ،الغرض جملہ وسائل آسان بنائے ،اس کا

مؤلف نے تذکرہ کیا ہے اس پر مؤلف نے تین آیات پیش کیں ہیں۔ کسی بھی کتاب کا مقدمہ اُس کتاب کا خلاصہ یا اُس کے مضامین کا لبِ لُباب ہوتا ہے مقدمہ میں اِس درجہ کے عنوانات ذکر کیے جاتے ہیں جن سے ابواب میں پیش کردہ مسائل اور مفہوم سمجھ میں آجائیں اس حوالے سے مصنف نے خوب صورت مقدمہ باندھا جو لائقِ تحسین ہے۔ مقدمہ میں پیش کردہ جملہ نقاط میں انتہائی درجہ کا علمی اور نفسیاتی ربط ملتا ہے۔ کثرت دلائل مؤلف کی علمی قابلیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہ بھی بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اپنے موضوع پر قدرت، ضبط، مطالعہ اور احاطہ رکھتے ہیں قرآنیات سیرت کے حوالے سے مقدمہ اپنی جگہ مجمل، مربوط، ندرت، جدت اور تسلسل کا شاہکار ہے۔

باب اول: شہر مکہ کی تاریخ اور حضرت ابراہیمؑ کی دعا

اس باب میں مؤلف نے شہر مکہ کی تاریخ سے ابتداء کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہؑ کو اللہ کے حکم سے اس جنگل میں چھوڑ کر چلے گئے اور اپنے رب سے دعا فرمائی کہ اے باری تعالیٰ اس شہر کو آباد کر، میوہ جات کی کثرت ہو اور پھر رسول ﷺ کے مبعوث ہونے کی دعا مانگی تھی۔ یہی مبارک دعا اِس شہر مقدس کے آباد ہونے کی بنیاد بنی ہے۔ گویا بعثت پیغمبر، مرکزِ ہدایت کے لئے دُعا، رزق کی فراوانی، شہر امن اور اللہ بچا میری اولاد کو بت پرستی سے، اِس پر مؤلف نے چار آیات کو پیش کیا ہے[6]۔ اِس کے بعد مؤلف نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہونے پر آیات پیش کیں یہ مقدس شہر ہے اس میں پہلے خالق کائنات کا گھر بنا پہلے کوئی گھر زمین پر نہ تھا۔ حضرت ابرہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو اِس گھر کا خادم بنا دیا، اس پر تین آیات پیش کیں، اپنی دُعا کی قبولیت کے آثار کو حضرت ابرہیمؑ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

احوال قبل از بعثت اور امراض عرب

اُس وقت کے لحاظ سے جو جو امراض تھیں اُن کو مؤلف نے بیان کیا ہے جیسے کفر و شرک، فسق و فجور، ظلم، تنگی رزق کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کرنا، بلا تفریق بیٹے ہو یا بیٹی، بیٹی کے باپ کو ذلیل سمجھنا، یتیموں کا مال کھانا مورث کی بیوہ سے جبراً میراث لے لینا، لونڈیوں کی طرح اپنی بیویوں کو ستانا اور جانوروں کو ایذا پہنچانا۔ یعنی عقل سے خالی حیوانوں کے بھی کچھ ضابطے اور اصول ہوتے ہیں لیکن اہل عرب ان ضابطوں اور اصولوں سے بالکل خالی اور عاری تھے۔ ان کی برائیوں کو گیارہ آیات سے مؤلف نے بیان کیا ہے[7]۔

باب دوم: دلائل قبل از نبوت

مؤلف نے قبل از نبوت کے حالات بیان کیے ہیں، مذکورہ نکات دلیل نبوت ہیں۔ ان نکات کو ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

(۱) آپ ﷺ کا یتیم ہونا (۲) آپ ﷺ کا امی ہونا (۳) آپ ﷺ کی مالی حالت (۴) آپ ﷺ کی اخلاقی حالت (۵) نبوت کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کتنی تھی؟

آپ ﷺ کی حالت یتیمی

عام حالت میں یتیم کی قدر و منزلت اور عزت لوگوں کے دلوں میں نہیں ہوتی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اِس کا کوئی حامی و مددگار اور درد رکھنے والا نہیں جیسا کہ باپ ہوتا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یتیم کئی قسم کے مصائب میں گر جاتا ہے۔ خوبیاں اِس قدر پروان نہیں پاتیں، اب اگر اس طرح کے شخص کے عیب اگر علم میں نہ آئیں تو اِس کی کوئی وجہ سوا اِس کے نہیں ہو سکتی کہ آپ ﷺ کی ذات عیوب سے بالکل پاک ہے [8]۔

آپ ﷺ کا امی ہونا

اُمی ہونے سے مراد وہ شخص ہے جو ماں کی طرف منسوب ہو یعنی جس حالت میں ماں کے پیٹ سے باہر آیا تھا وہ حالت اِس کی قائم ہو۔ اور وہ نہ لکھنا جانتا ہو اور نہ اُس نے کسی سے کچھ پڑھا ہو، عام عرب باعتبار علوم اور فنون کے وہ لوگ اُمی تھے لیکن آنحضرت ﷺ کا امی ہونا حقیقی تھا۔ اُمی شخص کے اخلاق و عادات بالکل ناہموار ہوتے ہیں علوم و معارف کا اِس سے ظاہر ہونا مطلقاً ناممکن ہے۔ لیکن اُمی ہونے کی وجہ سے اس اعجاز کی قوت دوبالا ہو گئی۔ زمانہ گزشتہ کے واقعات قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں، کیونکہ سب جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس وحی الٰہی کے علاوہ معلومات کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے [9]۔

ضلع باندا کے مسیحی کا الزام

مؤلف نے یہاں ضلع باندا کے مسیحی کی طرف سے آپ ﷺ کے امی ہونے کی حیثیت پر سوال اٹھایا ہے اور دعوی کیا ہے کہ آپ ﷺ نے علم کے لئے ملک شام سفر کیا ہے وہاں عیسائیوں و یہودیوں کے بڑے بڑے علماء رہتے تھے ان سے آپ ﷺ نے علم حاصل کیا۔ مسیحوں کا کئی صدیوں کے بعد یہ الزام بالکل غلط ہے کیوں کہ نبی ﷺ نے ملک شام کے صرف دو سفر قافلوں کے ہمراہ کئے تھے اگر ایسا کوئی واقعہ ہوا ہوتا تو کفار مکہ ضرور اس کا تذکرہ کرتے [10]۔

آپ ﷺ کی مالی حالت

قرآن میں لفظ عائل استعمال ہوا ہے جس کا معنی لوٹنا ہے۔ چونکہ مفلس آدمی اکثر دروازوں پر لوٹتا ہے یعنی بار بار آتا جاتا رہتا ہے اِس وجہ سے اُسے عائل کہتے ہیں۔ مطلب آپ پر انتہائی حالتِ افلاس کی طاری تھی، اِس حالت میں انسان دربدر کی بھیک مانگتا ہے مگر پروردگار نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا۔ ایک مدت دراز تک آپ کا مفلس رہنا اور باوجود انتہائے افلاس کے کسی فرد بشر کا آپ ﷺ پر انگلی نہ اٹھانا بڑی روشن دلیل ہے کیوں کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس عیوب سے بالکل مبرا تھی [11]۔

قبل از نبوت آپ ﷺ کی اخلاقی حالت

نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی اسی طرح کی حالت تھی جو تمام مکہ مکرمہ کے رہنے والوں کی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ

آپ ﷺ برے افعال و کردار سے بالکل اجتناب کرتے تھے۔ مثلاً شرک، شرب خمر، کذب اور دیگر فواحش، جن کی قباحت کا ادراک کرنے کے لئے عقل انسانی کافی وشافی تھی۔ لیکن آپ ﷺ میں ایسے وصف موجود تھے مثلا مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے اور اصحاب حاجت کی حاجت پوری کرنا۔ اسی امانت ودیانت، نرم دلی، زبان کی نرمی، لیکن باوجود اِن محاسن عقلیہ کے محاسن شرعیہ سے تو آپ ﷺ بالکل بے خبر تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاقی محاسن کی تین اجزاء ہیں۔

۱۔ تہذیب اخلاق ۲۔ تدبیر منزل ۳۔ سیاست مدن۔

ان تینوں سے آپ ﷺ قطعاً بے خبر تھے۔ جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو محاسن سے آپ ﷺ کو کیسے آگاہی ہو سکتی تھی؟ اور آخر میں مؤلف نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی تھی[12]۔

باب سوم

باب سوم میں مندرجہ ذیل عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے:

نبوت، دلائل نبوت، خوارق عادت، معجزہ غزوہ احزاب، صفات حمیدہ، عبادات، صدقات، معاملات، آپ ﷺ کی تعلیم اور اس کا نتیجہ، دفع شکوک منکرین، طلب اجر، جنون، شاعری، سحر۔

۱۔ مؤلف پہلے اُن آیات کو لائے ہیں جن میں نبوت کا تذکرہ ہے یہ کل نو آیات ہیں۔

نو آیات میں حضور ﷺ کی نبوت کا ذکر ہے اس سے زیادہ کسی انسان کو اور دلائل کی ضرورت ہو بھی نہیں سکتی۔

۲۔ اُن آیات کو ذکر فرمایا جن میں نبوت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

خوارق عادت

وہ امور جن کا جاری ہونا انسان سے عادتاً ناممکن ہے رسول اللہ ﷺ سے بکثرت وجود میں آئے۔ غزوہ بدر میں جب آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے تھے کہ اے پروردگار اگر یہ چند مسلمان اِس لڑائی میں ہلاک ہو جائیں تو پھر تیری عبادت روئے زمین سے ختم ہو جائے گی پھر حضرت جبرائیلؑ کے اشارہ سے آپ ﷺ نے ایک مٹھی خاک کافروں کی طرف پھینکی وہ ایک مٹھی تمام لشکر میں ہر ہر کافر کی آنکھ اور منہ اور نتھنوں میں پہنچ گئی پس انہوں نے بھاگنا شروع کیا اِس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کو حملہ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور بڑے بڑے قریش کے سردار قتل وقید ہوئے[13]۔

معجزہ غزوہ احزاب

معجزہ غزوہ احزاب میں جب کفار، بنو نضیر، بنو غطفان اور بنی قریظہ سب نے مل کر بارہ ہزار جنگوؤں سے حملہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ایک سخت ہوا اِن پر مسلط کی جس کے باعث سخت سردی ہوئی اور تیز گرد وغبار ان کی آنکھوں میں پڑا اور ان کے خیمے اکھڑ

گئے، آگ بجھ گئی، حواس بگڑ گئے اور بھاگنے کو ہی غنیمت جانا، اسی طرح معجزہ غزوہ بدر میں ظاہر ہوا کہ کافروں کی تعداد مسلمانوں سے تین گنا زائد تھی مگر حق تعالیٰ نے فریقین کی آنکھوں کو ایسا دکھایا کہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے زائد نظر آتے تھے اور مسلمان اُن کو اپنے سے کم دکھتے تھے[14]۔ آئندہ زمانہ کی آپ ﷺ نے جو خبریں بیان کیں قرآن نے ان کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

نمونہ کے طور پر مؤلف نے دس پیشنگوئیاں ذکر کی ہیں۔

۱۔ فتح خیبر ۲۔ عمرۃ القضاء ۳۔ فتح فارس وروم ۴۔ غلبہ روم ۵۔ دفع شر مرتدین۔ ۶۔ یہود تمنا موت نہ کریں گے۔
۷۔ حضرات خلفاء راشدین کے متعلق ۸۔ غلبہ اسلام پہ جمیع ادیان کے متعلق ۹۔ محفوظی آنحضرت ﷺ کے متعلق
۱۰۔ حفاظتِ قرآن[15]۔

آپ ﷺ کے صفات حمیدہ

اِس کے دو جُز ہیں۔ ۱۔ ذاتی چال چلن ۲۔ تعلیم اور اُس کا نتیجہ۔

یہ دونوں اجزاء قرآن مقدس میں مذکور ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے یہ صفات حمیدہ کسی انسان میں نہ تھے یا آئندہ کسی میں ہوں گے۔

ذاتی چال چلن

۱۔ عبادات

اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے میں آپ ﷺ کس قدر کامل تھے، حقوق خداوندی میں سب سے بڑا حق اللہ کی حمد وثناء اور اِس کی توحید ہے۔ قرآن مجید ان دونوں چیزوں سے مالا مال ہے لہٰذا مؤلف نے سورۃ الانعام کی آیت ۷۹ ذکر کی ہے۔ پھر عبادات میں سب سے اعلیٰ مقام نماز کا ہے۔ آپ ﷺ پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ کبھی پوری رات، کبھی رات کا کچھ حصہ اور کبھی آدھی رات نماز میں صرف کرتے تھے۔ مؤلف آنحضرت ﷺ کا شوق عبادت واستقامت بتلاتے ہیں۔ نماز سے روکنے کے لئے مکہ کے کافروں کی طرف سے ایذائیں دی گئیں۔ یہاں مؤلف آپ ﷺ کے پختہ ایمان کا بھی بتاتے ہیں[16]۔

صدقات

صدقے کی دو قسمیں ہیں ۱۔ مفروضہ ۲۔ نافلہ۔ مفروضہ کو شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ کہتے ہیں جبکہ نافلہ کو خیرات۔ زکوٰۃ تو مالدار ہونے پر ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا تھا۔ خیرات میں آپ ﷺ کی بے حد سخاوت کی مثال ہی نہیں بیان کی جاسکتی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود حق تعالیٰ نے آپ کو اِس قدر کثرت سے منع فرمایا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل

آیت ۲۹ میں فرمایا نہ کشادہ کیجیئے اپنا ہاتھ پوری کشادگی کے ساتھ، اسی طرح قربانی، حج اور دیگر عبادات میں تو آپ ﷺ اپنی مثال آپ تھے [17]۔

آپ ﷺ کے معاملات

مخلوق خدا کے حقوق ادا کرنے میں آپ ﷺ کی کیا حالت تھی؟ اِس کے کئی اجزاء ہیں۔ ازواج کے حقوق، بچوں کے حقوق، صحابہ کے حقوق، عام مومنین اور لوگوں کے حقوق۔اس پر مؤلف نے آیات پیش کیں ہیں۔مؤلف نے آپ ﷺ کے معاملات کو انتہائی منظم انداز میں پیش کیا کہ آپ ﷺ کس قدر کامل انسان تھے کہ زندگی سے متعلق کوئی بھی رشتہ تعلق حسنِ سلوک، ہمدردی، رحم دلی اور شفقت سے محروم نہ رہا۔

دفع شکوک منکرین

نبوت کے خلاف منکرین جو احتمالات کرتے تھے یا کرسکتے تھے ان میں اول نمود و نمائش اور وجاہت کے لئے نبوت کا دعٰوی کیا ہو تو پھر اس کو مصنف نے مندرجہ ذیل صورتوں میں بیان کیا ہے۔

(۱) طلب اجر (۲) جنون (۳) شاعری (۴) سحر و کذب، نبوت کے خلاف حسبِ ذیل تکرار و احتمالات منکرین پیش کرتے تھے۔پہلے نام و نمود اور شُہرت و جاہت کے لئے دعٰوی نبوت کیا ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔اس نام و نمود سے کوئی نفع اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے مدِ نظر نہ تھا۔ پہلی صورت طلب اجر ہے اس کو سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳ میں بیان کیا ہے۔دوسری صورت کا نام جنون ہے اس کو سورۃ السبا آیت ۴۶ میں بیان کیا ہے۔اس کے بعد شاعری معاذ اللہ قوت شاعری کی وجہ سے لوگوں کا دل اپنی طرف مائل کرلیتے ہیں اس کو سورۃ یٰس آیت ۶۹ میں بیان کیا ہے۔دوسرا یہ کہ معاذ اللہ آپ ﷺ ساحر ہیں اور قوت سحر کے سبب لوگوں کے اپنی طرف مائل کرلیتے ہیں اس کو سورۃ الفرقان آیت ۴۲ میں بیان کیا ہے، سحر اور کذب دونوں کی اللہ نے نفی فرمائی ہے اس کو سورۃ یونس آیت ۱۶ میں بیان کیا ہے [18]۔

باب چہارم

آپ ﷺ کے اوپر مصائب

آپ ﷺ کے اوپر مصائب کی دو قسمیں ہیں۔ا۔جسمانی ۲۔روحانی

پھر جسمانی مصائب کی دو قسمیں ہیں۔اوّل وہ جو بحالتِ قیام مکہ۔دوم وہ جو بحالت قیام مدینہ۔قیام مکہ کی حالت میں جو مظالم آپ ﷺ پر ہوئے ان کا شمار سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا لیکن اس پر بھی روایات صحیحہ موجود ہیں۔مگر قرآن کریم نے بہت اختصار کے ساتھ آپ کے ساتھ تمسخر کیا جانا اور گستاخانہ کلمات کا آپ ﷺ کی شان میں مستعمل ہونا بیان فرمایا ہے [19]۔اصحاب کے مصائب سے بھی آپ ﷺ کے مصائب کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔قرآن میں آپ ﷺ کے مصائب

وتکالیف کو ذکر نہ کرنے کی مؤلف نے دو وجوہات ذکر فرمائی ہیں۔اوّل اللہ تعالیٰ کو ان کی حرکات کی مغضوبیت کا اظہار مد نظر ہے۔کہ وہ حرکات تو درکنار ان کا تذکرہ بھی بطور نقل کے ہم لوگوں کو گوارہ نہیں۔دوم یہ کہ قرآن مجید میں تفصیل آپ ﷺ کے مظالم کی ہوتی تو مومنین کا قرآن کے ان مضامین کو ورد میں رکھنا غالباً تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوتا۔تکالیف خواہ مکہ کی ہوں یا مدینہ کی انسانی بساط سے باہر تھیں۔ پھر غزوات میں جو تکالیف آپ کو پہنچیں آپ ﷺ کے کئی مقرب صحابہ شہید ہوئے۔[20]

روحانی مصائب کی بھی دو قسمیں ہیں۔(۱) وہ مصائب جو جان بوجھ کر آپ ﷺ کو پہنچاتے تھے۔(۲) وہ مصائب جو محض آپ ﷺ کو رحمت ہونے کی وجہ سے پہنچاتے تھے۔قسم اوّل میں اہل کفر نے اہل دین کو صدمہ پہنچانے کی کوششیں اور قسم دوم میں آپ ﷺ کا صدمہ اور بوجہ اہل کفر کے، ہدایت نہ حاصل کرنے کے مذکور ہیں۔اِس قسم کے صدمات پر آپ ﷺ اِس قدر تکلیف میں تھے کہ حق تعالیٰ نے ان کو قرآن حکیم میں بڑے اہتمام کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا اور اپنے نبی ﷺ سے صدمات کو دفع کرنے کی بہت سی تدبیریں کی ہیں[21]۔

آپ ﷺ کے غزوات پر اعتراضات

غزوات پر مخالفین اسلام اعتراض کیا کرتے تھے کہ خون ریزی ایک نبی کی شان نہیں اور اسلام کے عظیم فلسفہ جہاد کو نہایت غلط انداز میں پیش کرتے تھے۔اگر انصاف سے دیکھیں تو سابقہ پیغمبروں میں بھی ایسے ضرور مل جائیں گے جنہوں نے جہاد کیا ہوگا، جیسے حضرت موسیٰؑ کے جہادوں کا تذکرہ تورات میں موجود ہے مؤلف نے سب سے پہلے قرآن مجید کی آیت [22] سے اجازت جہاد کا ذکر کیا ہے[23]۔

اجازت جہاد

مؤلف کہتے ہیں کہ یہ اجازت صرف اس لئے دی گئی ہے کہ اپنی ذات اور اپنے پیارے دین کی حفاظت کریں اگر جہاد کی اجازت نہ ہوتی اور مظلوموں کو ظالم سے انتقام لینے اور اس کا سد باب کرنا جائز نہ ہوتا تو یہ کاروبار دنیا تباہ وبرباد ہو چکا ہوتا اس طرح سے مذہب وملت کا کارخانہ بھی درہم برہم ہو چکا ہوتا اور کوئی شخص خدا کا نام نہ لے سکتا اور جو مقامات خدا کی عبادت کے لئے بنائے ہیں وہ بھی قائم نہ رہ پاتے۔اس آیت سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی ہے کہ جہاد کی اجازت صرف مظلوموں کے لئے ہے اور محض دفع حاجت کے لئے نہ یہ کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کے لئے[24]۔ لہٰذا حضور ﷺ کے عہد مقدس کے غزوات کو مدافعانہ لحاظ سے خالی سمجھنا نہ صرف بے دینی ہے بلکہ کھلی بے عقلی ہے کیوں کہ قرآن پاک نے حضور ﷺ کو تعلیم کا بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔مؤلف نے حضرت زید بن ارقمؓ بحوالہ بخاری شریف ۱۹ غزوات کا ذکر کیا ہے، صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے اکیس غزوات مروی ہیں اور ۱۰۰ سرایا کا ذکر ہے[25]۔

مؤلف نے ۲۰ صفحات پر نبی کریم ﷺ کے مندرجہ ذیل غزوات کو ذکر کیا ہے۔

آپ ﷺ کے غزوات

۱۔ غزوہ ابواء یا غزوہ ودان ۲۔ غزوہ بواط ۳۔ غزوہ عشیرہ ۴۔ غزوہ بدر ۵۔ غزوہ بنی قینقاع ۶۔ غزوہ بنی نضیر ۷۔ غزوہ اُحد ۸۔ غزوہ بنی مصطلق یا غزوہ مریسیع ۹۔ غزوہِ بنی قریظہ ۱۰۔ غزوہ خندق یا غزوہ احزاب ۱۱۔ غزوہ حدیبیہ ۱۲۔ غزوہ ذی قرد ۱۳۔ غزوہ خیبر ۱۴۔ غزوہ ذات الرقاع ۱۵۔ غزوہ انمار ۱۶۔ غزوہ عمرۃ القضاء ۱۷۔ غزوہ فتح ۱۸۔ غزوہ حنین ۱۹۔ غزوہ اوطاس ۲۰۔ غزوہ طائف ۲۱۔ غزوہ تبوک یا جیشِ العسرۃ[26]۔

ان مندرجہ بالا غزوات جن کو مؤلف نے ذکر کیا ہے یہ کل ۲۱ ہیں ان میں مندرجہ ذیل ۱۱ غزوات کو آیات قرآنیہ سے بیان کیا ہے۔ ۱۔ غزوہ بدر ۲۔ غزوہ بنی قینقاع ۳۔ غزوہ اُحد ۴۔ غزوہِ بنی قریظہ ۵۔ غزوہ خندق یا غزوہ احزاب ۶۔ غزوہ حدیبیہ ۷۔ غزوہ خیبر ۸۔ غزوہ عمرۃ القضاء ۹۔ غزوہ فتح ۱۰۔ غزوہ حنین ۱۱۔ غزوہ تبوک یا جیشِ العسرۃ۔

خاتمہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور ﷺ کے متبعین سے جو وعدے کیے ہیں وہ صرف آخرت کی نعمتوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بہت سے وعدے عام ہیں۔ دنیوی واخروی نعمتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

خلاصہ کتاب

مؤلف نے سیرۃ النبی ﷺ کو بنیادی طور پر مندرجہ ذیل چار عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔[27]

۱۔ عرب کا زمانہ جاہلیت اور آپ ﷺ کی بعثت کو ۲۷ آیات میں، ۲۔ آپ ﷺ کے حالات قبل از نبوت کو ۱۶ آیات میں، ۳۔ آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل کو ۲۰ آیات میں، ۴۔ آپ ﷺ کے حالات بعد از نبوت کو ۵۳ آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب مذکورہ ایک مقدمہ، چار ابواب، خاتمہ اور فہرست آیات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے سیرتِ نگاری میں جس اصول کو اپنایا ہے وہ سیرت بالقرآن ہے اس سے انصاف کیا ہے۔ اس دعویٰ کو ثابت کرنا ہے کہ قرآن مآخذ سیرت میں پہلا درجہ رکھتا ہے اور سیرت کا وہ حصّہ جس پر ایمان لایا جائے وہ قرآن کریم میں ہے اس حوالے سے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ اردو میں موجود سیرت قرآنیہ پر موجود کتب میں یہ قدیم کتاب اور پہلی کتاب ہونے کا ممتاز درجہ رکھتی ہے مولانا نے 203 آیات مقدسہ سے قرآنیات سیرت کو بیان کیا ہے۔ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے ایک نئے انداز میں قرآنیات سیرت کو 203 آیات سے بیان فرمایا ہے اور بلاشبہ اردو کی یہ پہلی کتاب ہے۔

حوالہ وحواشی (References)

[1] ۔ لکھنوی، عبدالشکور، محمد، سیرت کے نقوش، اردو بازار، لاہور، ص: 32-36

Lakhnavī, ʻAbd al Shakūr, Sīrat k Naqūsh, Urdu Bāzār, Lahore, p. 32-36

[2] ۔ لکھنوی، سیرت کے نقوش، عشرہ مبشرہ، ص37

Lakhnavī, ʻAbd al Shakūr, Sīrat k Naqūsh, ʻAshrah Mubasharah, p. 37

[3] ۔ایضا: ص43

Ibid, p. 43

[4] ۔ایضا: ص53۔

Ibid, p:. 53

[5] ۔القشیری، مسلم بن حجاج، (م: 261ھ) الصحیح المسلم، داراحیاءالتراث العربی۔ بیروت، باب جامع صلوۃ الیل، رقم الحدیث 1، 512/746۔

Al Qushayrī, Muslim bin Al Ḥajjāj, Al Jāmiʻ Al Ṣaḥīḥ, (Beirut: Dār ʻIḥyā‘ al Turāth al ʻArabī), Ḥadīth # 746

[6] ۔ لکھنوی، مختصر سیرت نبوی ﷺ، ص20-22۔

Lakhnavī, ʻAbd al Shakūr, Mukhtaṣar Sīrat-e-Nabavī, p. 20, 22

[7] ۔ایضاً، ص23-27۔

Ibid, p. 23, 27

[8] ۔ ایضاً، ص33۔

Ibid, p. 32,33

[9] ۔ایضا، ص34-38۔

Ibid, p. 34 - 38

[10] ۔ ایضا، ص38۔

Ibid, p. 38

[11] ۔ ایضا ص41، 42۔

Ibid, p. 41, 42

[12] ۔ایضا، ص43 - 45۔

Ibid, p. 43, 45

[13] ۔ ایضاً، ص 48-51۔

Ibid, p. 48 - 51

[14] ۔ایضاً، ص، 52، 53۔

Ibid, p. 52, 53

[15] ۔ایضاً، ص، ۵۴، ۵۵۔

Ibid, p. 54, 55

[16] ۔ایضاً۔ ص58، 59۔

Ibid, p. 58, 59

[17] ۔ ایضاً، ص60۔

Ibid, p. 60

[18] ۔ایضاً، ص66۔73۔

Ibid, p. 66 - 73

[19] ۔ایضاًص75۔

Ibid, p. 75

[20]۔ایضاً، ص78۔

Ibid, p. 78

[21]۔ایضاً، ص80۔

Ibid, p. 79, 80

[22]۔سورۃ الحج، 22۔

Sūrah al Ḥajj, 22: 39, 40

[23] ۔لکھنوی، مختصر سیرت نبویﷺ، ص81۔

Lakhnavī, ‘Abd al Shakūr, Mukhtaṣar Sīrat-e-Nabvī, p. 81

[24]۔ایضاً، ص82۔

Ibid, p. 82

[25] ۔ایضاً، ص82۔84۔

Ibid, p. 82, 84

[26]۔ایضاً، ص84تا104۔

Ibid, p. 84 – 104